کیا اِسلام اور مُسلمان

ختم ہو رہے ہیں ۔۔۔؟

تقریر

حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی

اسلامی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

شیخ چاند، لال کنواں، دھلی

ن نوجوانان بان کوٹ، مہاراشٹر نے شائع کیا)

کیا اسلام اور مسلمان ختم ہو رہے ہیں ۔۔؟

تقریر

حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی
صدر مرکز اسلامی، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
شیخ چاند، لال کنواں، دہلی

(انجمن نوجوانان بان کوٹ، مہاراشٹر نے شائع کیا)

ملنے کا پتہ: مکتبہ رحمت عالم کانفرنس لال کنواں دہلی ۶

پیغامِ زندگی

تاریخِ عالم کے ہر صفحہ کو الٹ کر دیکھیے،
مظلوم انسانوں کے گریۂ مصائب پر ہنسنے والی
نگاہِ استبداد صرف اس لئے ہنستی ہے کہ اسے بھی رونا ہے
اب جبر و تشدد اور برداشت میں آخری مقابلہ ہے،
فتح اس کی ہوگی جو زیادہ طاقتور ہوگا اور زیادہ دیر
تک میدان میں رک سکے گا اگر جبر و تشدد کی طاقت
زیادہ ہے تو جیت اس کی ہوگی اور اگر ہمارے اندر
برداشت کی طاقت زیادہ ہے تو ہماری فتح مندی کو کوئی
طاقت روک نہیں سکتی ——

اگر واقعی تشدد کا یہ آخری وار ہے تو ہم کو
سمجھ لینا چاہیئے کہ سفر کی آخری منزل آ گئی"

"ابوالکلام آزاد"

A. H. QASMI
JAMIA HAMDARD LIBRARY

ترتیب :- مولانا اخلاق حسین قاسمی

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
93278

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

بعد حمد وصلوٰۃ ——

یہ پروپگنڈہ اسلام کے مخالفین کی طرف سے برابر کیا جاتا رہا ہے کہ اسلام اور مسلمان ختم ہو رہے ہیں۔ جب دنیا کے کسی کونہ میں کسی مسلم حلقہ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس پروپگنڈہ کو ایک تنگ نظر طبقہ کی جانب سے اور زیادہ اُچھالا جاتا ہے۔ کہ بس اسلام اور مسلمانوں پر وقت آگیا اور اب وہ ختم ہوتے جا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی نئی پود میں احساس کمتری پیدا کرنے کے لئے اس طرح کی بے بنیاد باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ لیکن دنیا اس حقیقت کو سمجھ لے۔ کہ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں اس وقت تک نہ اسلام ختم ہو سکتا ہے اور نہ مسلمان مٹائے جا سکتے ہیں۔

اسلام نام ہے خدا پرستی اور انسان دوستی کے اعلیٰ اصولوں کا، جو انسانی فطرت کے اندر موجود ہیں۔

(۱) خدا کی وحدانیت (۲) آخرت کا یقین (۳) رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت پر اعتماد (۴) انسانی عظمت و مساوات پر عمل۔

یہ اصول اٹل ہیں۔ آج سے چودہ سو برس پہلے جس طرح یہ اصول ایک زندہ حقیقت کی طرح پھیلے اسی طرح آج بھی یہ اصول زندہ ہیں اور اپنی صداقت کا ہر قوم اور ہر ملک سے اقرار کرا رہے ہیں۔

غور کرو! کیا خدا کی توحید نے دنیا کے کسی کونہ میں مخلوق پرستی سے شکست کھائی۔؟ —— کیا آخرت اور دوسری زندگی کے اچھے بُرے بدلے کا تصور مادہ پرستی کے مقابلہ میں ہار گیا۔؟ —— کیا رحمۃ اللعالمین

صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کسی طبقہ میں مغلوب ہوگیا۔؟ ــــ کیا مساوات انسانی کے اصول نے چھوت چھات کے نظریہ سے شکست کھالی۔؟ ــــ اگر نہیں اور یقیناً نہیں ــــ بلکہ اس نئی دنیا کا انسان، اسلام کا نام لے یا نہ لے، ان اسلامی اصولوں کی سچائی کو تسلیم کر رہا ہے۔ اور جوں جوں سائنس کا علم آگے بڑھ رہا ہے انسان اسلام کے ان اٹل اصولوں کی سچائی کو مانتا چلا جا رہا ہے۔

سیاسی تعصب کی وجہ سے اسلام کا نام زبان پر نہیں آرہا لیکن یہ نئی دنیا شرک و مخلوق پرستی سے بے زار ہوتی جا رہی ہے۔ مقامی پیشواؤں اور اگلے پیغمبروں کی صف میں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بلند ہوتا جا رہا ہے۔ یہ نئی دنیا تسلیم کر رہی ہے کہ اگلے پیغمبروں کی رہنمائی اس دور میں ناکافی ہے۔ اس دور کے لئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کے سوا کوئی چارہ نہیں، آج کی دنیا مادہ پرستی کی بے لگام اور غیر ذمہ دارانہ زندگی کے نتائج، آوارگی، اور اخلاقی تباہی سے تنگ آ کر ذمہ داری اور اخلاقی جواب دہی کی زندگی کے راستہ پر آنے کے لئے اپنے آپ کو مجبور پا رہی ہے۔ پھر آج کی دنیا نے اسلام کے سماجی اور معاشرتی اصول "مساوات" کو کھلے بندوں زندگی کا دستور بنانا شروع کر دیا ہے۔ معاشی انصاف اور جمہوریت کو بھی یہ نئی دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ اور دنیا کی بڑی بڑی قومیں اسلام کے ان تین اجتماعی اصولوں معاشی برابری، معاشی انصاف اور سیاسی جمہوریت کی بنیادوں پر اپنے اجتماعی نظاموں کو قائم کر کے اس کے شاندار نتائج، خوش حالی، ترقی اور اتحاد سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہیں۔

پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ اسلام ختم ہو رہا ہے۔؟ یہ کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جا رہا ہے۔ البتہ سیاسی تعصب کی وجہ سے اسلام کا نام نہیں لیا جا رہا۔ لیکن حقیقت تو حقیقت ہے، جسے چھپایا نہیں جا سکتا۔

مُسلمانوں کی عملی کمزوری!

مسلمانوں نے اگر ڈاڑھی اور پردہ کی پابندی کم کر دی، بعض مسلمان حلقے اگر آپس میں لڑ پڑتے ہیں، کہیں کہیں اگر مسلمان قومیں دشمنوں سے فوجی شکست کھا جاتی ہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان ختم ہو رہے ہیں یا اسلام ختم ہو رہا ہے؟ اقبال مرحوم نے انہی حالات میں کہا تھا ؎

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

مادہ پرستی کے اس خوفناک دَور نے دوسری قوموں کو مذہب سے بالکل بے تعلق کر دیا ہے۔ عیسائی قوموں نے انجیل کی ضرورت سے انکار کر دیا ہے۔ اور خود عیسائی علماء میں ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک فرضی شخصیت کہہ رہے ہیں۔ ہندوستان کو مادہ پرستی نے اس قدر مرعوب کر دیا ہے۔ کہ اس کے چوٹی کے رہنما ملک کو لادینیت کے آغوش میں دے دینا چاہتے ہیں۔

یہ تمام باتیں مادہ پرستی سے شکست کھا جانے کی وجہ سے ہیں۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ مادہ پرستی کا سیلاب اگر کسی قوم کو مجموعی طور پر بہا لے جانے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے تو وہ مسلم قوم ہے۔

یہ "سب کچھ یہی دنیا ہے" کا تصور بڑی بڑی قوموں کو تنکے کی طرح بہا کر لے گیا۔ مگر مسلمان قوم (عرب ہو یا ایران، افغانستان ہو یا بلوچستان، ہندوستان ہو یا ترکی) کا ایک طبقہ بعض جزوی اعمال سے ضرور بے تعلق ہو گیا مگر اسلام جن اعلیٰ اصولوں اور اعلیٰ اخلاق و اعمال کا نام ہے مسلمان مجموعی طور پر ان پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ اور یہ اسلام کی لازوال عظمت کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔؟

صرف ایک ہندوستان کی مثال لیجئے ـــــ سرسید مرحوم ہندوستانی مسلمانوں کے عظیم مصلح بن کر نمودار ہوئے۔ اور ہندوستانی مسلمانوں نے ان کی عظمت کو تسلیم کیا۔ مگر جب سرسیدؒ نے مذہب کے بارے میں غلط خیالات پیش کئے تو پوری مسلم قوم نے ان خیالات کو مسترد کر دیا۔ خود ان کے ساتھ کام کرنے والوں نے ان کے غلط مذہبی خیالات کی پُرزور مخالفت کی۔

کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی صداقت کا کھلا نشان ہے۔ کہ

"میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو گی۔"

مذہبی اختلافات! مسلمانوں میں مذہبی خیالات کا اختلاف ضرور موجود ہے۔ مگر وہ اختلاف، شیعہ سنی اختلاف ہو یا وہابی اور سنی اختلاف ہو، یا کوئی دوسرا اختلاف ہو ـــــ یہ بنیادی اختلاف نہیں، صرف تشریحات کا اختلاف ہے۔ بعض اوقات مفاد پرست لوگ ان اختلافی مسائل پر مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیتے ہیں۔ لیکن ایک عظیم قوم میں اس طرح کے جھگڑے ہونے کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔

قادیانی فتنہ! انگریزی ڈپلومیسی کے سہارے قادیانی فتنہ اُٹھا اور

اس نے پوری ملّتِ اسلامیہ کو ہلا دیا۔ لیکن جوں ہی انگریز کا اقتدار ختم ہوا یہ فتنہ بھی اسی کے ساتھ بے جان ہو گیا۔ اور انگریزی حکومت دولت اور عہدوں کے بھرپور لالچ کے باوجود اس فتنہ میں عام مسلمانوں کو مبتلا نہ کر سکی۔

مسلمانوں کا سیاسی اقتدار!

اب مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر غور کرو۔ کہا جاتا ہے کہ چودھویں صدی ہجری مسلمانوں کے زوال کی صدی ہے۔ یہ خیال قطعی طور پر بے ہودہ ہے البتہ تیرہویں صدی میں مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر ضرور زوال آیا۔

انگریزوں نے خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے مسلمانوں کے سیاسی مرکز کو ختم کر دیا۔ اور مسلم حکومت مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ اور ان مسلم حکومتوں پر الگ الگ انگریز، فرانس اور روس نے اپنا اپنا اثر قائم کر لیا۔ لیکن فوراً ہی مسلمانوں کو ہوش آیا۔ اور جمال الدین افغانی، مفتی محمد عبدہ اور امیر شکیب ارسلان مصری، امیر عبدالقادر جزائری، محمد ابن سنوسی طرابلسی، مفتی امین الحسینی فلسطینی، محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور مولانا محمود الحسن دیوبندی جیسے قائدین مختلف مسلم ملکوں میں کھڑے ہو گئے۔ اور انھوں نے آزادی کا صور پھونک کر اغیار کی سازشوں سے مسلم قوم کو ہوشیار کر دیا۔ اور ملت اسلامیہ کے سوئے ہوئے شیر کو جگا دیا ——— اور وہ فرنگی راج جس نے پہلے ہندوستان کے مسلم اقتدار کو ختم کیا تھا۔ اور پھر اس کے بعد خلافت عثمانیہ کو بے جان کر کے تمام مشرق کو اپنا غلام بنا لیا تھا۔ اس کی عظمت کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

ہندوستان سونے کی چڑیا تھی، جس پر فرنگیوں نے قبضہ کیا اور پھر یہیں سے بیٹھ کر تمام عرب و ایشیا پر اپنا سکہ جمایا۔ جب ہندو اور

مسلمانوں کی مشترک کوشش سے ہندوستان آزاد ہو گیا تو پھر ایک ایک کر کے تمام مسلم طاقتیں آزاد ہوتی چلی گئیں۔

پھر کتنی عجیب بات ہے کہ اس دور کو مسلمانوں کے زوال کا دور کہا جا رہا ہے ..... اور اس صدی کو منحوس صدی قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہی وہ چودھویں صدی ہے جس کے وسط میں یعنی آج سے پچھلے ۲۵۔۳۰ سال کے اندر اندر ان مسلم قوموں نے آزادی حاصل کرنی شروع کی، مصر و سوڈان انگریزوں کے اثر سے آزاد ہوئے۔ انڈونیشیا، ہالینڈ کی غلامی سے نکلا۔ ایران، روس اور برطانیہ کے اثر سے آزاد ہوا۔ ترک جو یورپ کا مرد بیمار کہلاتا تھا وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، افریقہ کا مسلم ملک ٹیونس فرانس کی غلامی سے نکلا، شام، برطانیہ اور فرانس کی فوجوں کو اپنی سرزمین سے نکالنے میں کامیاب ہوا۔ عراق نے بھی اپنے حدود سے فرنگی فوجوں کو باہر نکالا، شمالی افریقہ کا بڑا مسلم ملک لیبیا اٹلی کی غلامی سے آزاد ہوا، مراکش نے فرانس سے چھٹکارا پایا۔ الجزائر نے بھی فرانس سے نجات حاصل کی۔

خلیج فارس کی عرب ریاستوں بحرین، مسقط، عمان اور ابوظہبی، انگریزی فوجوں نے خالی کیا۔ سعودی عرب اور کویت جیسی نادار عرب ریاستیں تیل کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔

پاکستان اور بنگلہ دیش

پاکستان دنیا کا عظیم مسلم ملک ہے۔ جو ہندوستان کی آزادی کے نتیجہ میں ایک مسلم خطہ کے طور پر نمودار ہوا ہے۔ اس نئے مسلم ملک نے ناگفتہ بہ حالات میں اپنے آپ کو سنبھالا اور ایک سبق آموز باب تاریخ کے حوالہ کر دیا۔

البتہ، اگر پاکستان اب تک موجودہ جمہوری دور کے تقاضوں سے آنکھیں نہ بند کئے رہتا، اور اپنے عزیز پڑوسی اور بھائی ہندوستان کے ساتھ برادرانہ اسپرٹ کے ساتھ رہنے کا راستہ اپناتا تو یقیناً آج اس کے دو ٹکڑے نہ ہوتے، لیکن اب بھی امید رکھنی چاہیئے کہ بنگلہ دیش، پاکستان اور ہندوستان پچھلی تلخیوں کو بھول جائیں گے اور ہندوستان جیسے بڑے ملک کے تعاون اور رفاقت سے اپنے عوام کو خوش حال اور پُرامن زندگی کی برکتوں سے ہم کنار ہونے کا موقعہ دیں گے اور بنگلہ دیش اور پاکستان الگ الگ رہ کر بھی دو بھائیوں کی طرح پُرامن زندگی گذاریں گے۔

غیر مسلم ملکوں کے مُسلمان!

یہ دنیا کے مسلم ملکوں کی امید افزا صورت حال ہے۔ اب رہے وہ غیر مسلم ملک جن میں مسلمان آباد ہیں ——— تو ایسے غیر مسلم ملک یورپ اور ایشیا میں ۷۴ کے قریب ہیں۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اور یوں دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جو مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو۔ یہاں تک کہ جس اسپین سے مسلمانوں کو نکالا گیا تھا اس کی سرزمین پر اب بھی ہزاروں مسلمان شاد و آباد ہیں۔

تین غیر مسلم ملک!

ان غیر مسلم ملکوں میں تین ملک ایسے ہیں جہاں مسلمان بڑی بھاری تعداد میں رہتے ہیں۔ اور ان مسلمانوں کی عظیم تاریخ ان ملکوں سے وابستہ ہے۔ ان میں سب سے بڑا ملک ہمارا ہندوستان ہے۔ ہندوستان پر مسلمانوں کی مختلف قوموں نے شخصی حکومت کے دور میں آٹھ، نو سو برس عمل داری کی۔

اور اب اس جمہوری دور میں ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان باوجود وقتی مشکلات کے دوسرے برادرانِ وطن کے ساتھ جمہوری نظام زندگی میں عزت و خوش حالی کی جدوجہد میں مشغول ہیں۔

دوسرا غیر مسلم ملک روس ہے جس میں بسنے والے پانچ کروڑ مسلمان اپنی اپنی علاقائی جمہوریتوں ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، آذربائیجان وغیرہ میں مادی خوش حالی کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ اور ان خوددار اور بہادر مسلم نوجوانوں پر اشتراکی دہریت کا جو وقتی دباؤ تھا وہ کم سے کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور امید رکھنی چاہیئے کہ مسلم دنیا کی نشاۃ ثانیہ اور نئی زندگی کا عالمی اثر ازبک اور تاجک نوجوانوں کے سینے میں دبی ہوئی ایمان کی چنگاری کو بہت جلد روشن کر دے گا۔

تیسرا غیر مسلم ملک چین ہے

جس میں پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ جن میں ازبک، تاجک، تاتار اور قازق جیسے بہادر قبائل شامل ہیں۔ اور ان میں ہوئی قبیلہ سب سے بڑا مسلم قبیلہ ہے۔

چین کے یہ مسلمان جمہوریہ چین کے دوسرے باشندوں کے ساتھ مادی ترقی کر رہے ہیں۔ اور امید رکھنی چاہیئے کہ کمیونزم کی دہریت کا دباؤ ان مسلمانوں کے اوپر سے بھی بہت جلد دور ہو جائے گا۔

اور چین کے مسلمان بھی اپنے عظیم ملک کی تعمیر و ترقی میں چینی عوام کے دوش بدوش نمایاں حصہ لیتے رہیں گے۔ پھر یہ بھی دیکھیئے کہ غیر مسلم ملکوں میں وہ مغربی ملک جو اسلام کے قدیم حریف تھے ان کی طرف سے اسلامی ثقافت و علوم کے مرکز قائم کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی جا رہی

ہے اور آج امریکہ، فرانس اور برطانیہ میں بڑی آزادی کے ساتھ اسلامی دعوت کا کام جاری ہے۔

اسلام اور اتحاد!

آج کل اسلام کے بارے میں ایک غلط فہمی یہ بھی پھیلائی جارہی ہے کہ اسلام صرف چالیس سال تک مسلمانوں کے اندر اتحاد قائم رکھ سکا۔ اس کے بعد ناکام ہوگیا، یہ بات نام نہاد ترقی پسند لوگ مولانا ابوالکلام آزاد کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ حالانکہ مولانا آزاد نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "خلافت اسلامیہ" میں اس بحث میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس الزام کا خود کافی جواب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر بددلی پیدا کرنے کے لئے یہ تاریخی اور علمی مغالطہ پھیلایا جاتا ہے۔ اور سنجیدگی سے یہ نہیں سوچا جاتا، کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جس نے چالیس سال تک یعنی خلافت راشدہ تک عرب اور عجم کے لاکھوں مسلمانوں میں سیاسی، سماجی، مذہبی اور جذباتی اتحاد کی جو مثال قائم کی اس کا نمونہ انسانی تاریخ کے اندر ملنا مشکل ہے۔

عربوں کا آپسی اختلاف مشہور تھا، پھر عرب اور ایران اور روم کے باہمی جھگڑے کس قدر شدید تھے۔ ان تمام سیاسی اور مذہبی اختلافات کو ختم کرکے اسلام نے مسلمانوں کو کس انداز سے گھی شکر کیا۔؟ وہ اسلام اور ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا بے مثال کارنامہ ہے۔

چالیس سال کے بعد یہ اتحاد کمزور پڑا اور عربوں کا پرانا قبائلی تعصب جاگ اٹھا۔ اسی طرح عربوں اور نومسلم ایرانیوں اور نومسلم عیسائیوں اور یہودیوں کی پرانی چپقلش زندہ ہوگئی۔ جس نے عالم اسلام میں ہنگامے کھڑے کردیئے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کے اندر سیاسی اتحاد قائم رہا۔ اور

خلافت اسلامیہ تمام عالم اسلام پر کنٹرول کرتی رہی۔ عالم اسلام کا یہ سیاسی اتحاد دس بیس برس نہیں، بلکہ گیارہ سو برس تک قائم رہا۔

آج کل کے بے دین سیاسی نظام قوموں کے اندر صرف سیاسی اتحاد قائم رکھ سکے ہیں اور وہ بھی زبردست فوجی طاقت کے بل پر، اسلام نے جس طرح کا اتحاد چالیس سال تک قائم رکھا، اس قسم کا مکمل اتحاد یہ سیاسی نظام ایک دن کے لئے بھی کسی جگہ قائم نہیں کر سکتے۔ اور جس قسم کا سیاسی اتحاد آج کل چل رہا ہے وہ اتحاد ــــ بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط اور ہمہ گیر اتحاد ــــ اسلام نے مسلمانوں میں گیارہ سو سال تک قائم رکھا ہے۔

پھر یہ کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ اگر دنیا کے کسی کونہ میں مسلمان لڑتے ہیں تو اس کا الزام اسلام پر عائد کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر کسی جگہ یہ بے دین نظام کے ماننے والے ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں۔ اور فوجی طاقت کے بل پر کمزوروں کو آزادی کے نام پر غلام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اس خوں ریزی اور بربادی کا الزام بے دین سیاست پر عائد نہیں کیا جاتا۔

مسلمان ایک بین الاقوامی ملّت ہے۔ جس میں سینکڑوں قومیں، سینکڑوں نسلیں، مختلف زبانوں، مختلف تہذیبوں کے ساتھ شامل ہیں اور یہ ملت دنیا کے کونہ کونہ میں آباد ہے۔ اس ملّت کے سیاسی اتحاد کو یورپ نے ختم کیا۔ اور اب یہ ملّت بڑی طاقتوں کی رکاوٹوں اور سازشوں کے باوجود اپنے اختلافات کو کم سے کم کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ ملّت اسلامیہ میں بڑی طاقتوں نے قومیت اور رنگ

ونسل کے نام پر جو زہر پھیلایا۔ اور مسلمانوں کی ایک سیاسی طاقت کو مختلف حکومتوں میں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی جو ناپاک کوشش کی، اس کے اثرات کو زائل کرنا کوئی آسان کام نہیں، اسے دور کرنے کے لئے ایک طرف مسلمان قوموں کو اپنے اندر ایثار پیدا کرنا ہوگا اور دوسری طرف اغیار کی سازشوں پر نظر رکھنی ہوگی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ملتِ اسلامیہ اس کی ضرورت سے غافل نہیں۔

ہندوستانی مسلمان!

تاریخ اسلامی ہمیشہ ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی استقامت اور دینی حمیت اور غیرت پر فخر کرے گی۔ کہ ہندوستان کے بڑے سے بڑے خونی ہنگامے نے ان کے قدموں کو اسلام کے صراط مستقیم سے نہیں ہٹایا۔ حالانکہ دشمنانِ ملت یہ سمجھتے تھے کہ ملک کا ہر بڑا ہنگامہ ہر دفعہ دو چار ہزار مسلمانوں کو خوف زدہ کر کے اسلام سے دور کر دے گا۔ اور یا مسلمان ملک سے نکل جائیں گے یا خدانخواستہ مرتد ہو جائیں گے لیکن خدا کا شکر ہے کہ دشمنوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور اس کے لئے ہم مسلمان اپنے خدا کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ملک کے شریف النفس اور انصاف پسند غیر مسلم بھائیوں کے تعاون کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

البتہ ہم ہندوستانی مسلمانوں کو کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا ہوئے بغیر اپنی گرتی ہوئی حالت کا جائزہ لینا ہوگا۔ اور پھر اپنی حالت کو سنبھالنے کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی۔

ہندوستانی مسلمانوں میں سب سے زیادہ اہم سوال شمالی ہند کے مسلمانوں کا ہے۔ کیونکہ یہ علاقہ مسلم تہذیب و تعلیم کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا

اس وجہ سے اس علاقہ میں ہندو مسلم ٹکراؤ میں شدت کا پیدا ہونا ایک لازمی بات تھی۔ اس علاقہ کے مسلمانوں میں بھی ذہنی سختی تھی۔ اور ہندو بھی سختی کا شکار تھے ——— فرقہ پرستوں نے اس سختی سے فائدہ اٹھایا۔ اور بات بات پر فساد کا ہنگامہ برپا کر دیا۔

ان فسادات کا لازمی اثر مسلمانوں کی اقتصادی حالت پر پڑا۔ اور ذہنی طور پر بھی ان فسادات نے مسلمانوں کو احساس کمتری میں گرفتار کیا۔ احساس کمتری اور اقتصادی بدحالی نے مل کر شمالی ہند کے مسلمانوں کو تعلیمی، مذہبی اور معاشرتی گراوٹ کی طرف دھکیل دیا۔

اس کے مقابلہ میں جنوبی اور مغربی ہند (بنگلور و بمبئی) کے مسلمانوں کی حالت بہت بہتر نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس علاقہ میں زبان و تہذیب کے مسئلہ نے اقلیت اور اکثریت کے درمیان کسی قسم کا تصادم و ٹکراؤ پیدا نہیں کیا۔ اور اسی سبب سے وہ علاقہ فسادات کی شدت سے بچا رہا۔

ان علاقوں میں مسلمانوں کی تعلیمی، مذہبی اور معاشرتی حالت اچھی ہے، نمود و نمائش کی تباہ کن رسمیں بھی ان مسلمانوں کے اندر کم ہیں۔ سماجی خدمت کے کاموں میں عام طور پر مسلمان برادرانِ وطن کے مقابلہ میں بہت پیچھے ہے۔ لیکن بمبئی کے مسلمانوں میں سماجی خدمت کا جذبہ موجود ہے۔

سیاسی اعتبار سے بھی جنوبی ہند کے مسلمان باشعور معلوم ہوتے ہیں۔ وہ صرف ایک سیاسی پارٹی کے تحت منظم ہیں۔ اور یہاں سیاسی طور پر جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے مذہب کے نام پر سیاسی کھیل کھیلنے کا، اور سیاسی پارٹیوں اور سیاسی لیڈروں کے اشاروں پر ناچنے کا۔

ہندوستانی مسلمانوں کی چوتھائی صدی کی زندگی کا یہ جائزہ پریشان کن ضرور ہے لیکن مایوس کن نہیں ہے۔ لیکن ہمیں ان سیاست باز سیاسی اور مذہبی لیڈروں کی کاروباری سیاست سے علیحدہ ہو کر سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کرنا ہوگا۔ کہ ہماری موجودہ پستی کی یہ وجہ نہیں ہے کہ ہمارے ہاتھ میں سیاسی طاقت نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اصلی اور بنیادی سبب یہ ہے کہ۔ مذہب، تہذیب، علم و تعلیم اور معیشت و معاشرت میں ہم پر پس ماندگی اور گراوٹ کا سایہ پڑنا شروع ہو گیا ہے۔ جس سے ہمیں بچنا ضروری ہے باور کیجیے کہ ہم کوئی سیاسی جماعت بنا کر اپنی منزل پر نہیں پہونچ سکتے۔ اور نہ منہ زور اور چرب زبان سیاسی لیڈر اور مذہبی جذبات کو بھڑکانے والے علماء ہماری نیّا کو پار لگا سکتے ہیں۔ ہمارے لئے آبرو کے ساتھ ترقی کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم مسلمان اپنی پوری توجہ، پوری طاقت اور پورا زور اس بات پر لگا دیں کہ ہمارے لڑکے اور لڑکیاں دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کریں۔ ہمارے اندر مذہبی اعمال کا شوق پیدا ہو، ہماری معاشرت تباہ کن رسموں سے پاک ہو، ہم میں سے ہر شخص محنت اور مزدوری، تجارت اور صنعت پر پوری پوری توجہ دے اور ہمارا کاری گر، ہمارا صنعت کار اور ہمارا سرمایہ دار نفع اندوزی اور ذاتی تعیش سے بلند ہو کر اجتماعی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھے، ہمارے عوام برادران وطن (ہندو، سکھ پڑوسیوں) کے ساتھ خوش گوار تعلقات قائم رکھیں اور ہم سب ایک دوسرے کے جذبات کا پاس رکھیں۔ تاکہ فساد برپا کرنے والی طاقتوں کو فساد برپا کرنے کا موقعہ نہ ملے۔

دفعہ ۱۵۳۔الف کے مقدمات

اسلاف کے ابتلاء کی داستانیں کتابوں میں پڑھی تھیں۔ وہ حضرات اصحابِ استقامت تھے۔ باطل کے جبر و تشدد کے ہر جھٹکے کو خندہ پیشانی سے جھیل جاتے تھے۔ ہماری حالت دوسری ہے۔ نہ ایمان اس درجہ کا ہے اور نہ استقامت کا وہ رنگ ہے

۱۹۴۷ء کے بعد سے اب تک ہم ضعیف و ناتواں جن جن آزمائشوں سے گزر رہے ہیں ان آزمائشوں میں سے ایک ٹھنڈی اور جاں گسل آزمائش دفعہ ۱۵۳ الف کے مقدمات کی ہے

اس دفعہ کے تحت اہل حق میں سے ہر صاحب زبان و قلم کی آزمائش ہوئی اور راقم بھی چار مقدمات کی کھکیڑ برداشت کر رہا ہے

جرم صرف اتنا ہے کہ فرقہ وارانہ جارحیت کے خلاف آواز کیوں بلند کی گئی۔ اور اس کے لیے قلم کو کیوں حرکت دی گئی۔

ان مقدمات کو چلتے ہوئے آج ساڑھے پانچ برس ہو رہے ہیں اور نہ جانے ابھی چھٹکارا حاصل ہونے میں کتنا وقت اور لگے اور کتنی ذہنی اور جسمانی اذیت اور برداشت کرنی پڑے[1]

خداوند عالم حوصلہ قائم رکھے اور آنے والی نسلوں کو اسلام کے صراط مستقیم پر چلنے کی ہمت عطا فرمائے۔

---

[1] خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ راقم کو عدالت نے ان مقدمات سے باعزت بری کر دیا۔ (۱۵ر نومبر ۱۹۸۰ء) یہ مقدمات (۱۲) سال تک چلتے رہے،

ناموس رسالت کی توہین کرنے
پر امرت بازار پتریکا کیخلاف
۱۴ اگست ۱۹۵۳ء دلی میں
منعقدہ احتجاجی جلسہ
جس میں مفتی کفایت اللہ رح
مولانا احمد سعید رح اور مولانا
اخلاق حسین صاحب قاسمی
اور گورمکھ سنگھ مسافر اسٹیٹ
پر تشریف
فرما ہیں

اگر جمہوری قدروں پر یقین رکھنے کا دعویٰ کرنے والے مسلم اقلیت کے ساتھ ہونیوالی
زیادتیوں اور فسادات کو ختم کرانے کے لئے میدان میں نہ نکلے تو دیش کی آزادی خواب و
خیال بن کر رہ جائے گی۔ اور اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ سیکولر حکمرانوں پر ہوگی۔
خطبۂ صدارت حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی اجلاس عام جمعیۃ علماء
صوبہ دلی منعقدہ ۱۵، ۱۶، ۱۷ نومبر ۶۸ء
شری جگ جیون رام مرکزی وزیر، شریمتی سبھدرا جوشی سابق ایم۔ پی
اور مسٹر اشتاق احمد صاحب سابق چیف ایگزیکٹو کونسل اسٹیج پر نظر آ رہے ہیں۔

93278

آریہ سماج کا لٹریچر مسلمانوں اور عیسائیوں کے خلاف زہر پھیلاتا ہے، ہندو نوجوانوں میں آج جو مسلم نفرت نظر آرہی ہے اس کا سہرا ستیارتھ پرکاش کے سر ہے، اسی لئے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ستیارتھ پرکاش فرقہ پرستی کی انسائیکلوپیڈیا ہے، آریہ سماج کے ممتاز لیڈروں نے آزادی کی لڑائی میں حصہ لیا ہے اس لئے ان کا فرض ہے کہ قومی یکجہتی کی خاطر وہ اینٹی اسلام پروپیگنڈہ کو بند کر دیں۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی کی تقریر

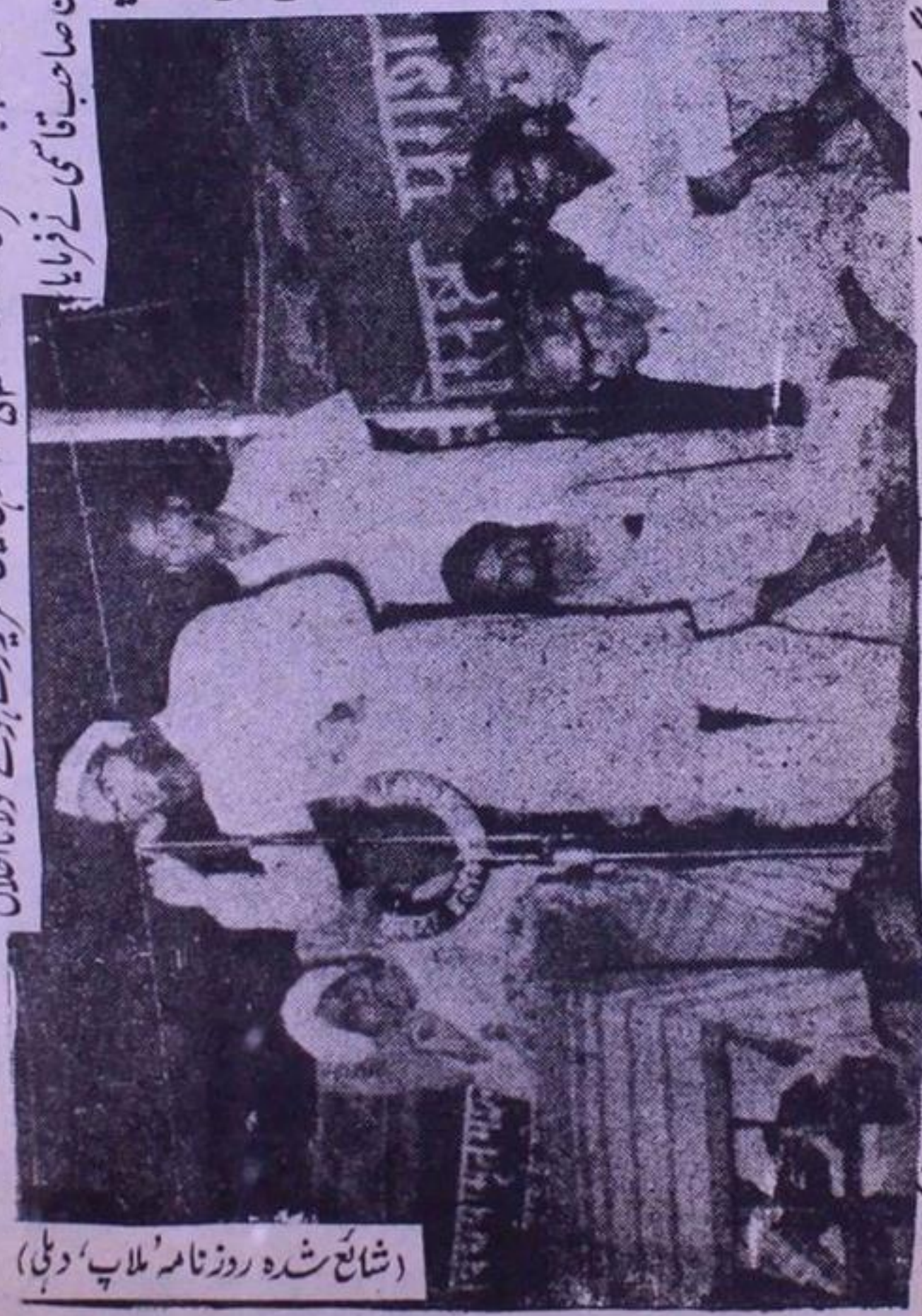

(شائع شدہ روزنامہ 'ملاپ'، دہلی)

کل مذاہب کانفرنس منعقدہ ۱۵ ۱۱/۵۳ دہلی میں تقریر کرتے ہوئے مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی نے فرمایا

آریہ سماج نے کانگریس کے موقعہ پر سردھرم سمیلن ہوا جس کی صدارت شاستر ارتھ پارمتی پنڈت رام چندر دہلوی نے کی۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا اخلاق حسین نے تقریر کر رہے ہیں اور سکھوں کی طرف سے پنڈت نرنجن دیو شاستری بیٹھے ہیں۔

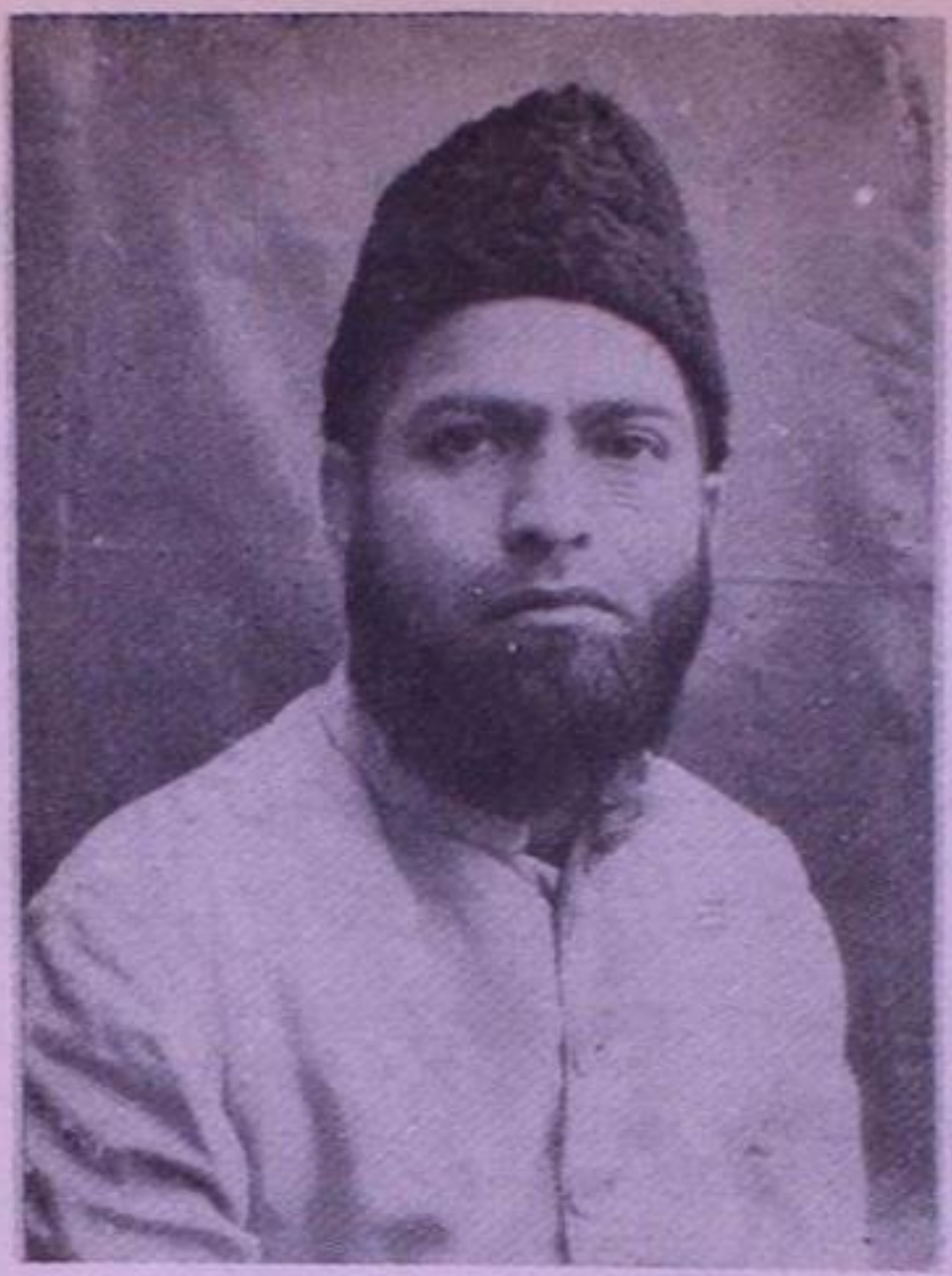

مولانا اخلاق حسین قاسمی کا ہفتہ واری

خطاب جو مدرسہ حسین بخش جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل ہوتا ہے علمی، دینی اور اصلاحی مسائل پر نہایت بلند پایہ تحقیقی مواد پر مشتمل ہوتا ہے اور اس خطاب سے مستفید ہونے کے لیے دور دراز سے علمی ذوق رکھنے والے حضرات اس خطاب میں شریک ہوتے ہیں

ادارہ رحمتِ عالمؐ

ایک تبلیغی اور علمی ادارہ

۱۹۵۰ء کے حالات نہایت پُرآشوب تھے۔ مسلمانوں کو جسمانی اور معاشی تکلیفیں پہنچانے کی غرض سے فرقہ پرستوں نے ملک کے مختلف حصّوں میں فرقہ وارانہ ہنگاموں کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ اور ذہنی و روحانی اذیت میں مبتلا کرنے کے لئے فرقہ پرست اخبارات مدر انڈیا، پرتاپ، ہندو جالندھر، آرگنائزر وغیرہ نے مذہبی دِل آزاری کی مہم چلا رکھی تھی۔

اس محاذ پر ایک طرف مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی نے مسلم آزار پروپیگنڈہ کا جواب دیا اور چند پمفلٹ۔ اردو، ہندی اور انگلش کے "فرقہ پرستی کی آگ" کے نام سے شائع کئے اور حکومت کو اس پروپیگنڈہ کے نمونہ اور دل آزار تصاویر سے آگاہ کیا۔ جن پر حکومت نے مولانا کے خلاف فرقہ پرستی پھیلانے کا الٹا الزام لگا کر چار مقدمات میں ماخوذ کر لیا جو دس برس تک چلتے رہے۔

تعمیری طور پر مولانا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بارے میں پھیلائے جانے والے پروپیگنڈہ کا مثبت جواب دیا۔ اور اسلام کی اتحاد پرور اخلاقی تعلیمات پر اردو، ہندی اور انگلش میں چھوٹے چھوٹے کتابچے چھاپ کر عوام میں مفت تقسیم کرنے کا پروگرام شروع کیا۔

اب تک ہزاروں کی تعداد میں جو پمفلٹ ہندو اور مسلمان حلقوں میں پھیلائے گئے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) قومی اتحاد اردو (۲) قومی ایکتا ہندی (۳) اتحاد کے اسلامی اصول انگلش۔ از مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند (۴) انقلابی دعوت۔ از مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ (۵) اسلام کا عادلانہ نظام۔ از مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ (۶) ہم اور ہمارے حکمراں۔ از مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ (۷) حج کا آسان طریقہ (۸) پانچ اسلامی پیشین گوئیاں (۹) اسلامی عقائد ہندی اردو (۱۰) قرآنِ کریم کی چھوٹی سورتوں کا ہندی ترجمہ (۱۱) آسائیں دعائیں (۱۲) سیرت چارٹ بڑے سائز کا رنگین (۱۳) جنگِ آزادی میں مسلمانوں کی قربانیوں کا جائزہ (۱۴) رحمتِ عالم گھر والوں کے ساتھ۔

ان کے علاوہ ادارہ کی طرف سے مولانا کی جو تصنیفات شائع ہوئیں۔ ان کی فہرست مع تعارف دوسرے صفحات پر دی گئی ہے۔

اسلام کا فوجداری نظام

زیرِ طبع

اسلامی حدود و تعزیرات پر مکمل کتاب، معاندینِ اسلام کی طرف سے کیئے گئے اعتراضات کا جواب، اسلامی حدود و تعزیرات کی فقہی تشریحات میں اختلافات کی نوعیت پر تبصرہ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآنِ پاک سے میرا تعلق

یہ صرف قرآنِ کریم کا کھلا معجزہ ہے کہ راقم کو عربی تعلیم حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ نہ میرا ماحول مولویانہ تھا اور نہ میرے خاندان میں کسی نے عربی تعلیم حاصل کی تھی۔ البتہ میرے ایک دادا حافظ صدر الدین[1] صاحب مرحوم ریاست مالیر کوٹلہ میں نواب صاحب کے مصاحبین میں شامل تھے اور ان کا مشغلہ ریاست میں صرف یہ تھا کہ اچھے اچھے حفاظ کو جمع کر کے ان کی حوصلہ افزائی کریں اور ریاست میں قرآن کریم کی تعلیم کو فروغ دیں۔

میرے والد شرف الدین[2] صاحب مرحوم کو اپنے تایا حافظ صاحب کے پاس کچھ دنوں قیام کا موقعہ ملا اور اس ماحول کا ان پر بڑا اثر پڑا اور وہیں سے یہ شوق ان کے دل میں پیدا ہوا کہ میں اپنے بچے کو قرآن حفظ کراؤں گا اور اسے مولوی بناؤں گا۔

حافظ صدر الدین صاحب کے ایک بھائی محمد ابراہیم خاں سرکاری ملازم

---

[1] حافظ صاحب کا مزار مالیر کوٹلہ میں حضرت شیخ صدر الدین کی درگاہ کے احاطہ میں واقع ہے جو حضرت امام ربانیؒ کے معاصر تھے۔

[2] شرف الدین صاحب میرے حقیقی والد عنایت حسین صاحب مرحوم کے ماموں تھے۔ لاولد ہونے کی وجہ سے انہوں نے مجھے گود لے لیا اور اولاد سے زیادہ محبت و شفقت کے ساتھ مجھے پالا پوسا اور پروان چڑھایا۔

تھے۔ جنہوں نے ملازمت سے ریٹائر ہو کر بڑھاپے میں عربی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور ایک طالبعلم کی طرح مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے۔

والد صاحب اپنے چچا ابا کے تعلیمی دور کے بڑے عجیب عجیب واقعات سنایا کرتے تھے۔ سارا خاندان حنفی المسلک تھا۔ ابراہیم خاں صاحب مرحوم اپنے استاد حضرت میاں صاحب کے مسلک سے متاثر ہو گئے تھے اور آمین و رفع یدین کرنے لگے تھے وہ دوران اختلافی مسائل کے لیے بڑا ہنگامی تھا۔ لوگ ان کے پیچھے پڑتے اور یہ بخاری شریف کھول کر ان کو سمجھاتے۔

بخاری شریف کپڑے میں بندھی ان کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ والد نے دینی شغف کا ایک رنگ یہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسی ماحول کے زیر اثر میرے مشفق مربی شرف الدین صاحب مرحوم نے مجھے سب سے پہلے قرآن شریف کی تعلیم پر لگایا۔

چنانچہ راقم نے دہلی کے مشہور سادہ کار حافظ ضیاء الدین صاحب مرحوم سے قرآن شریف کی تعلیم شروع کی۔ حافظ صاحب لاہوری برادری کے بڑے صاحب کردار اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔

پھر حفظِ قرآن کی تکمیل کے لیے راقم کو قاری فضل الدینؒ صاحب مدرس مدرسہ فتحپوری کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ قاری صاحب بڑے بابرکت بزرگ تھے۔ دہلی میں ان کے فیض یافتگان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی۔

اس کے بعد مجھے مدرسہ عالیہ میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں میں نے چھ سال درسِ نظامی کی کتابیں مختلف قابل استادوں سے پڑھیں۔

یہ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۹ء کا دور تھا جس میں دہلی کے اندر ترجمہ قرآن کی بڑی

بڑی مجلسیں قائم تھیں۔ اور دلی کے دینی مدارس ہندوستان کے مشہور اکابر علم کی سرپرستی اور ان کے علمی فیض سے جاری تھے۔

اور اس وقت دلی کو یہ حق حاصل تھا کہ اسے شاہ ولی اللہؒ شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادرؒ صاحب کی دلّی کہا جائے۔

ترجمہ قرآن کی صباحی مجلسوں کے لحاظ سے بھی دلی کو ہندوستان کے دوسرے حصوں پر تفوق حاصل رہا ہے۔ یہاں کے مسلمانوں میں وعظ و ترجمہ کی محفلوں میں شریک ہونے کا شوق شروع ہی سے تھا۔

راقم بھی اپنے نانا سید نواب علی جوہری کے ساتھ ان مجلسوں میں شریک ہوتا تھا دلی کے اس ماحول میں مدرسہ عالیہ فتحپوری کے اندر چھ سال پورے کرنے کے بعد یہ فقیر پھر دارالعلوم دیوبند چلا گیا۔

اس وقت دارالعلوم دیوبند کی سب سے بڑی شخصیت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی جو دارالعلوم کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔

دارالعلوم کے دو سالہ قیام میں آخری سال دورۂ حدیث کا تھا۔ جس میں دوسرے اکابر کے علاوہ حضرت مدنیؒ سے راقم نے خصوصی استفادہ کیا۔

ولی اللّٰہی علوم اور علمائے دیوبند

علمائے دیوبند ولی اللّٰہی علوم کے صحیح وارث و امین ہیں۔ ان حضرات نے ولی اللّٰہی علوم کو زندہ رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ صاحب محدث دہلوی کے ترجمہ اور تفسیری فوائد بھی

ہمیشہ ان حضرات کی تحقیق اور غور و خوض کا موضوع رہے ہیں اور ان حضرات نے برابر اپنے تلامذہ اور متوسلین کو اس کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا ہے۔

دورۂ حدیث کے سال چند روز کے لیے دارالحدیث میں حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ عثمانی نے تفسیر قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا تھا اور دورۂ حدیث کی مصروفیت کے باوجود راقم اور مولانا سید انظار الدین صاحب دہلوی جو میرے رفیق تھے اس بیان میں شریک ہوتے تھے۔

حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مغرب کے بعد مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے تھے اس میں بھی ہم لوگ شریک ہوتے تھے۔

اور ان حضرات کے درس و بیان سے جو خاص چیز ملتی تھی وہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اجتہادی علوم کی چاشنی تھی۔

مولٰنا احمد علیؒ صاحب لاہوری سے استفادہ

مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ برصغیر کے مشہور عالمِ دین، مجاہد جلیل اور شیخ طریقت تھے۔ مولانا نے عربی مدارس کے طلبہ کے لیے ترجمہ اور تفسیر کی تعلیم کا مختصر پروگرام بنا رکھا تھا۔ جس میں طلبہ کے اندر قرآنِ کریم کو سمجھنے اور پھر دوسروں کو سمجھانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی تھی۔

دیوبند سے فارغ ہو کر راقم بھی اپنے دہلوی رفیق مولانا انظار الدین صاحب کے ساتھ مولانا کی خدمت میں پہنچا اور اس وقت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا ترجمہ اور فوائد باقاعدہ راقم کے غور و فکر کا موضوع بنے۔ یہ واقعہ ۱۹۴۱ء کا ہے۔

حضرت لاہوری بھی خاندان ولی اللّٰہی کے اجتہادی علوم پر بڑا عبور رکھتے

تھے۔ رشتہ میں مولانا لاہوری حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ سندھی کے داماد تھے اور مولانا سندھیؒ شاہ ولی اللہ کے سب سے بڑے داعی اور شارح تھے۔

مولانا احمد علی صاحبؒ نے اپنے مختصر حواشی کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کا موضح قرآن مع فوائد کے بڑے اہتمام و صحت کے ساتھ شائع بھی کیا تھا (بعد کے ایڈیشنوں میں مولانا نے اپنا مستقل ترجمہ شامل کر دیا۔

لاہور سے واپس آکر راقم کو دہلیؒ میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی سے ترجمہ اور تفسیر میں استفادہ کا موقعہ ملا۔

مولانا مرحوم نے اردو میں ترجمہ لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اور راقم کی درخواست پر اس کام میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمادی۔

مولانا ۱۹۴۲ء کی تحریک میں گرفتار ہو گئے اور ترجمہ کا کام موقوف ہو گیا۔ دہلی واپس آکر راقم نے صباحی ترجمہ بھی شروع کر دیا تھا۔ اور قرآن کریم پر غور و فکر کا جو طریقہ اور انداز اپنے ان بزرگوں سے سیکھا تھا اسی کے مطابق یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس سلسلہ[1] کو آج ۳۵ سال ہو رہے ہیں۔

اس عرصہ میں راقم کے سامنے دوسری تفاسیر کے ساتھ خاص طور پر حضرت شاہ صاحب کا ترجمہ اور تشریحی فوائد رہے اور اس مطالعہ اور غور و خوض میں راقم نے

---

[1] راقم نے مسجد نواب قاسم جان (گلی قاسم جان) مسجد کوچہ استاد داغ چاندنی چوک لال مسجد لال کنواں، مسجد نواب دوجانہ مٹیا محل میں صباحی اور شبانہ مجالس میں درس قرآن دیا اور حضرت مولانا عبد الشکور صاحب (دیوبندیؒ) کے تشریف لے جانے کے بعد سے مدرسہ حسین بخش جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ یہ سلسلہ الحمد للہ اس وقت تک جاری ہے۔

دو باتیں شدت سے محسوس کیں۔

(۱) ناشرین قرآن کی بے پرواہی سے شاہ صاحب کا ترجمہ اور فوائد میں برابر اغلاط داخل ہوتی جارہی ہیں۔ اگر ناشرین کا یہ طریقہ جاری رہا اور اہل علم نے اس بیش بہا تفسیری ذخیرہ کو ان تجارت پیشہ لوگوں کے رحم و کرم پر رکھا تو آگے چل کر یہ ترجمہ مشکوک و مشتبہ ہو جائے گا اور پھر اہل علم اسے متروک قرار دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اس لیے ضروری ہے کہ شاہ صاحب کے ترجمہ کی تصحیح کی جائے اور مختلف قدیم نسخوں کو سامنے رکھ کر صحیح ترجمہ مرتب کیا جائے اور اس کی اشاعت ہو۔

(۲) ترجمہ اور فوائد میں جو تفسیری محاسن اور بلاغت و معانی کے جو لطائف پوشیدہ ہیں ان کی تشریح کی جائے تاکہ تفسیر قرآن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اور ولی اللّٰہی علوم کے دلدادہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

اور یہ وہ کام ہوگا جس کی طرف حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے مقدمہ میں اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے اپنے حواشی میں اشارہ کیا ہے اور علمائے تفسیر کو اس طرف دعوت دی ہے۔

راہ کی مشکلات

راقم خدا کے فضل و کرم سے جب یہ کام کرنے بیٹھا تو اس راہ میں غیر متوقع مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن ولی اللّٰہی بزرگوں اور خاص طور پر حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ کی روحانی توجہ نے راستے کی تمام رکاوٹوں کو دور کر دیا۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنے اس کام کو راقم پر آسان فرما دیا۔

کیا سیکولرازم ہو رہا ہے؟

میں نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تو مجھ پر دفعہ ۱۵۳، الف کے چار مقدمات قائم کر دیئے گئے اور مجھے ۱۲ سال تک عدالتوں میں پریشان کیا گیا، کیونکہ میں اخلاق حسین ہوں ـــــ اور آج ۳۷ برس ہو رہے ہیں ـــ اسلام اور مسلمانوں کی دل آزاری اور توہین کرنے والوں کو کھلی آزادی حاصل ہے۔ کیونکہ وہ اس ملک کے راج کمار ہیں ؟

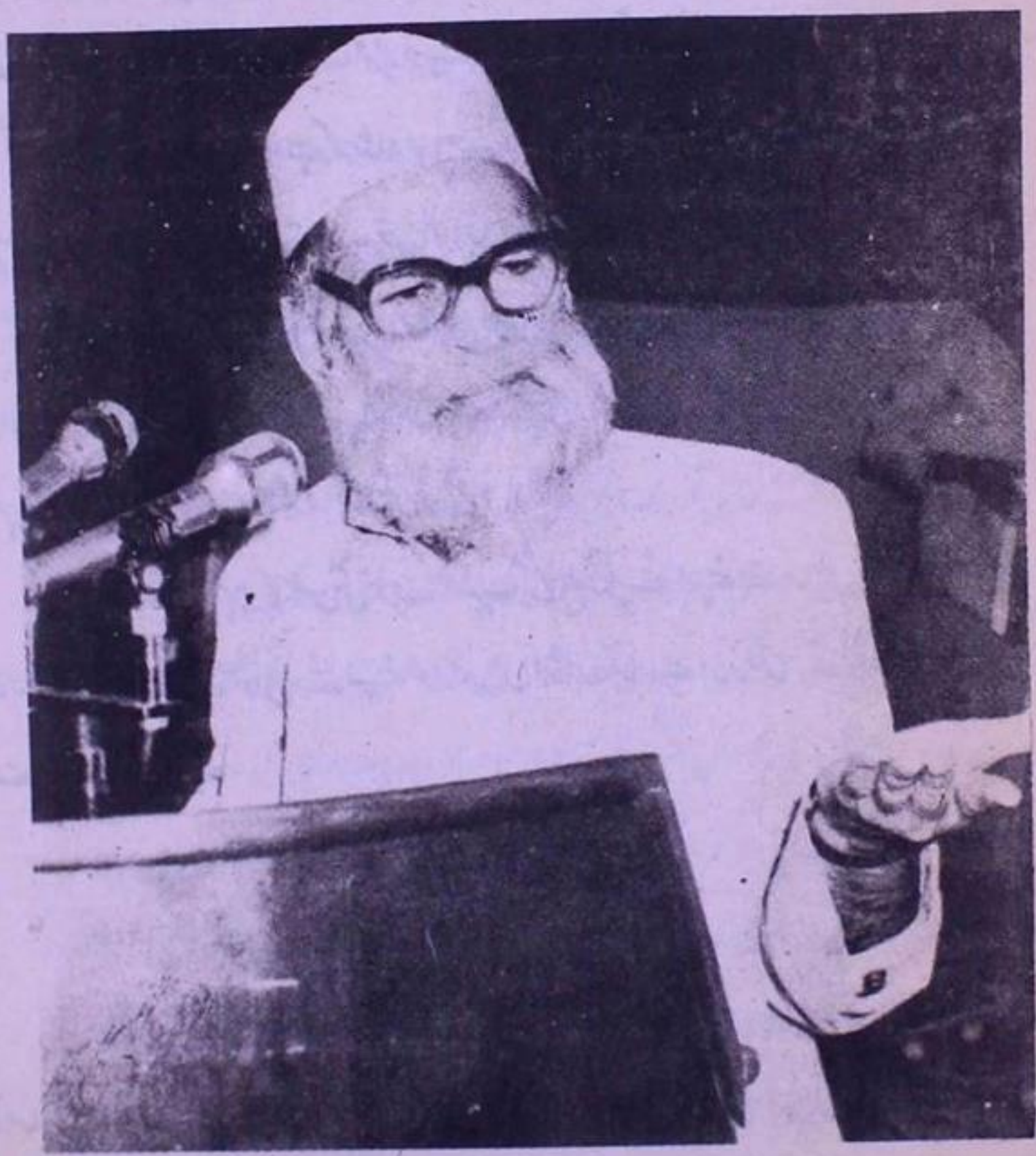

قصص القرآن مولانا ابوالکلام آزادؒ

مولانا ابوالکلام آزاد کی جس علمی، ادبی اور دینی تصنیف کو شاہ کار تصنیف کی حیثیت حاصل ہے وہ مولانا کی تفسیر۔ ترجمان القرآن۔ ہے۔

اور ترجمان القرآن میں جو حصہ مولانا کی تحقیقی کاوش روشن اور قابل تقلید مثال ہے وہ قصص القرآن کا حصہ ہے۔

قصص القرآن میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے فضائل میں مولانا نے جس حکیمانہ نکتہ آفرینی اور ادب نبوت کا مظاہرہ کیا ہے وہ دوسری تفاسیر میں ملنا مشکل ہے۔ اسی طرح سابق امتوں کی تصدیق و تکذیب کے حالات و نتائج پر اور انبیاء کرام کے علاوہ تاریخ ماضی کی عظیم روحانی ہستیوں کے سن اور مقام کی تعیین میں مولانا کی تحقیقات حرف آخر ثابت ہوئی ہیں۔

اصحاف کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں ترجمان القرآن کی تحقیقات اب سند کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔

اس حصہ کی خاص اہمیت کے پیش نظر اہل علم اس کی ضرورت محسوس کرتے تھے کہ "ترجمان القرآن" سے قصص القرآن کے حصہ کو علیحدہ کر کے شائع کیا جائے۔ اور مولانا آزاد کے مشہور شارح مولانا غلام رسول صاحب مہر نے۔ ایک کتاب انبیاء کرام۔ کے نام سے شائع کر کے اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن مولانا مہر صاحب اس کتاب کو نہ جانے مکمل کیوں نہ کر سکے اور بعض اہم رسولوں کا تذکرہ ان سے کیوں رہ گیا؟

کتاب کا آغاز حضرت نوح علیہ السلام سے کیا گیا ہے حالانکہ تاریخ رسالت کا سب سے پہلی ہستی

حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔

اسی طرح حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کے تذکرہ سے کتاب خالی نظر آتی ہے۔

ماضی کی اہم دینی اور تاریخی ہستیوں میں اصحاب کہف اور ذوی القرنین کا تذکرہ رہ گیا ہے۔

پھر ایک اہم بات یہ ہے کہ مولانا مہر نے متن قرآن کو نظر انداز کر کے صرف مولانا کے تشریحی حواشی سے حضرات انبیاء کے واقعات ترتیب دیدئے ہیں۔

قرآنی آیات کے مختصر فقرے اور جملے کہیں کہیں نقل کر دئے گئے ہیں۔ حالانکہ قصص الانبیاء اور واقعات امم سابقہ کے حالات میں قرآن کریم نے متن کے اندر جو اشارات و رموز رکھے ہیں وہ ان واقعات کی گہرائیوں کو سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

مولانا آزاد نے متن کی ترجمانی میں ان اشارات کو نہایت بلیغ انداز میں کھولا ہے۔

مولانا مہر صاحب نے متن قرآن کی جو آیات نقل بھی کی ہیں ان کے ترجمہ میں اصل ترجمہ اور قوسین کے درمیان مولانا آزاد نے جو امتیاز قائم کیا اسے ختم کر دیا ہے

مہر صاحب نے حضرات انبیاء کے قرآنی تذکرہ میں الہلال اور البلاغ کے مضامین بھی شامل کر کے کتاب کو جامع بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن پھر بھی اس مجموعہ پر قصص القرآن کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب نے اس ضرورت کے پیش نظر مندرجہ بالا عنوان سے ایک جامع کتاب ترتیب دی ہے۔

جس میں تمام رسولوں کا ذکر کیا گیا ہے اور قصص الانبیاء سے متعلق متن قرآن کو بالاستیعاب نقل کر کے مولانا کی ترجمانی اور اس کے نیچے تشریحی نوٹ نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی کی یہ محنت قابل تحسین ہے، مولانا آزاد کی قرآنی بصیرت کی تالیف سے ان کی نظر ترجمان القرآن کے ہر گوشہ پر وسیع ہو گئی ہے، اس لئے قصص القرآن مولانا ابوالکلام آزاد ایک مکمل اور جامع تصنیف نظر آتی ہے جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہوگی۔

اُمید ہے کہ یہ کامیاب کتاب جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر آئے گی۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی

مُصنّف (۱) مستند موضح قرآن (۲) محاسن موضح قرآن شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ (۳) مولانا آزاد کی قرآنی بصیرت (۴) قصص القرآن مولانا ابوالکلام آزاد (۵) انقلابی سیرت (۶) اخلاق رسولؐ (۷) مولانا شہید اور ان کے ناقد (۸) بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ (۹) شاہ ولی اللہ اور ان کا نسبی اور فکری خاندان (۱۰) معاشرہ پر عورت کا احسان (۱۱) مودودی صاحب کی تفسیر پر ایک نظر (۱۲) قرآنی تشریحات (تنقیدی مقالاتِ تفسیر (۱۳) اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق (۱۴) رحمتِ عالمؐ گھر والوں کے ساتھ (۱۵) دارالعلوم دیوبند کا دینی اور سیاسی موقف (۱۶) مختصر تاریخِ ملت (۱۷) فرقہ پرستی کی آگ (۱۸) اسلام کیا کہتا ہے؟ (بعض اہم تقاریر کا مجموعہ) (۱۹) کاروانِ ہدایت مجموعہ مقالات (جو اہم اجتماعات میں پڑھے گئے۔ زیر طباعت) (۲۰) ماہنامہ نظام ملت ۱۹۶۶ء

مولانا آزاد کی قرآنی بصیرت

تبصرہ

امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی

(صفحات ۳۷۰)
قیمت ۵۰/-

مولانا ابوالکلام آزاد کی بلند پایہ علمی، ادبی اور تاریخی کتابوں میں مولانا کی تفسیر قرآن .... (ترجمان القرآن) شاہ کار تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی نے جو فنِ تفسیر کا تحقیقی ذوق رکھتے ہیں پہلی بار اس کتاب میں ترجمان القرآن کا مکمل تعارف کرایا ہے۔

اس کتاب میں مولانا قاسمی نے مولانا آزاد کے فہم قرآن، معارف اسلامی میں دقتِ نظر، تاریخ میں کمالِ تحقیق اور آسمانی ادب کو اردو ادب کے فصاحت و بلاغت کے سانچہ میں ڈھالنے کی وہبی صلاحیت کے تمام نمونے جمع کر دیئے ہیں۔

ساتھ ہی جن پیش رو مصنفین نے اپنی فکری آزادی، مادی قدروں سے وابستگی اور ان کی طرف غیر معمولی رجحان کے سبب قرآنی مصطلحات اور اسلامی عقائد کے بنیادی اور مسلم اصول و کلیات کی تشریح میں جہاں جہاں انحراف کیا ہے اور ٹھوکریں کھائی ہیں مولانا اخلاق حسین قاسمی نے ترجمان القرآن کے عقلی دلائل کی روشنی میں سنجیدگی کے ساتھ مثبت انداز میں سب کا جائزہ لیا ہے اور مولانا آزاد نے ان کے باطل عقائد و نظریات کے تعاقب میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے مولانا قاسمی نے اس کو اجاگر اور واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اسی طرح مغرب زدہ، ترقی پسند اور آزاد قلم ادیبوں و مصنفوں نے اسلامی عقائد و مذہبی مسائل و معاملات پر جب بھی طنز و تشنیع اور تضحیک کے تیر برسائے ہیں اور دین گریز مغرب زدہ ذہن نے مذہبی مسائل کی تشریح اور تعبیر میں کبھی کبھی اتنی شوخی و بے باکی سے کام لیا ہے کہ مذہب مضحکہ خیز بن کر رہ گیا ہے، مولانا آزاد نے انھیں معاف نہیں کیا ہے مولانا قاسمی نے ان تمام مباحث کی نشاندہی کی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

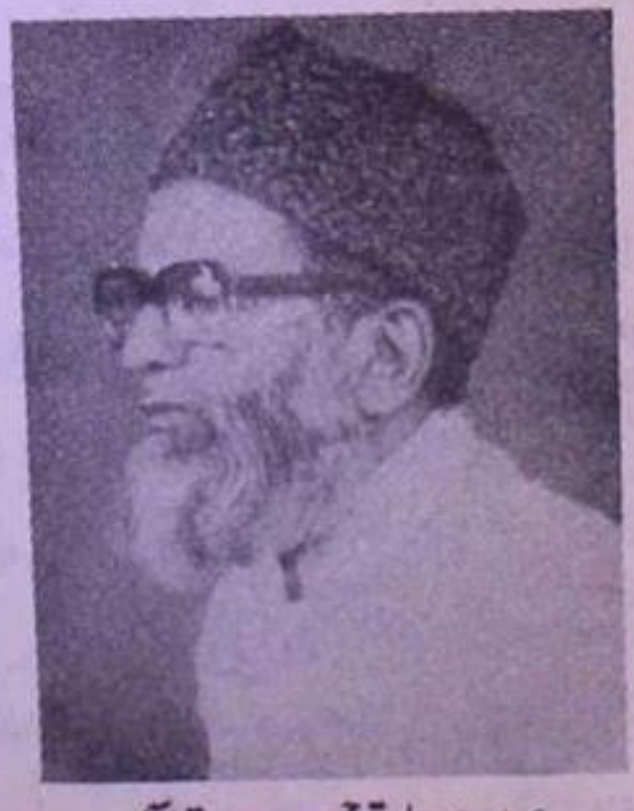

مولانا اخلاق حسین قاسمی